اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

مصباح

زنانہ اخبار

مہینے میں دوبار

نمبر ۱۹ جلد ۹

قادیان دارالامان سے یکم و پندرہ کو شائع ہوتا ہے ایڈیٹر۔ نذیر احمد افریقی

۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء ۔ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ

چندہ سالانہ دو روپے آٹھ آنے

فہرست مضامین

نظم۔ ص ۲

موت پر فتح حاصل کرو۔ ۳/۹

امتحان ایمان۔ ۱۰/۱۴

چودھویں صدی کا مجدد ۱۴/۱۷

زنجبار میں لجنہ اماء اللہ۔ ص ۱۸

لجنات اماء اللہ توجہ کریں ص ۱۹

"تو بروزِ احمدؐ ختمِ رُسل ہے میرزا"

فخر ہے ہم کو غلامی کا تیری اے میرزا
کیوں نہ ہو محبوب محبوبِ خدا ہے میرزا
تُو نے اس ظلمت کدے کو آکے روشن کر دیا
فیضِ مصطفویؐ سے ہو کر مستفیض اے میرزا
اے جری اللہ محمدؐ کا تجھے پہنچا سلام
توڑ ڈالے تُو نے سب لات و ہبل اے میرزا
ہائے کیسا ظلم ہے تجھکو نہیں پہچانتے
اے مسیح و مہدیٔ مسعود میرے میرزا
احمدیت کا شجر پھیلیگا سب اکناف میں
اور تباہ ہونگے عدو تیری مے لے میرزا
شاہدت از فضلِ حق نواب شد ہم بالیقین
تُو بروزِ احمدؐ ختمِ رُسل ہے میرزا

(نواب بیگم اہلیہ شیخ فضل حق صاحب احمدی ریلوے گارڈ سہارنپور)

اعانتِ مصباح

ایک معزز خاتون نے جن کی خواہش ہے۔ کہ ان کے نام کو ظاہر نہ کیا جائے۔ ہمیں مصباح کی اعانت کے لئے مبلغ دس روپے کی گرانقدر رقم عطا فرمائی۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء۔ ہم ان کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ اور بہنوں سے بھی درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کے لئے دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اُنہیں حاصل ہو۔ اور اُن کی تمام نیک آرزوئیں پوری ہوں۔ ہم معزز خواتین کے سامنے اُنکا نمونہ پیش کرتے ہوئے استدعا کرتے ہیں۔ کہ نئے خریدار مہیّا فرما کر بقایا جات صاف کرکے اور باقاعدہ چندہ ادا کرکے مصباح کی امداد فرمادیں۔

(مینجر)

درخواستِ دُعاء

محترمہ جعفرہ خاتون بریلی سے اپنے بچّہ کی مکمل صحت کے لئے تمام مصباحی بہنوں سے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔ عزیز اب رُو بصحت ہے۔ لیکن لمبی علالت کیوجہ سے سخت لاغر ہو گیا ہے۔ اس سے قبل تین بچے فوت ہو چکے ہیں۔ بہنیں ماں باپ کی پریشانی کا تصوّر فرماتے ہوئے دردِ دل سے دُعائیں جاری رکھیں۔

محترمہ موصوفہ نے اطلاع دی ہے۔ کہ وہ مختلف قسم کے پھول، ٹہنیاں اور بیلیں تیار کرسکتی ہیں۔ اور انہوں نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وہ مصباح کیلئے یہ چیزیں باقاعدہ ارسال کرتی رہینگی۔

(ایڈیٹر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مصباح

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء

موت پر فتح حاصل کرو

([illegible])

مندرجہ ذیل مضمون حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک تقریر کا حصہ ہے۔ اس میں حضور نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اگر انسان اپنی اولاد کو بچپن کے ایام میں یا جب تک کہ وہ اس کے زیر اثر رہے بداثرات سے محفوظ رکھے اور نیک اثرات اس پر ڈالتا رہے۔ اور اپنے خیالات سے اپنے عمل سے اپنی زبان سے قسم قسم کی تدابیر سے اسے بدی سے متنفر کرتا رہے تو وہ اپنی موت کو شکست فاش دے سکتا ہے۔ موت ہمارا صرف یہی نقصان کر سکتی ہے کہ نیکی کرنے کا وقت ہم سے چھین لیتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ حقیقی زندگی کے لئے جو موت کے بعد شروع ہوتی ہے ہم بہتر سے بہتر تیاری کرلیں اور یہ تیاری صرف دنیوی زندگی میں ہی ہو سکتی ہے۔ اور ابدی زندگی کی بنیادیں ہم صرف یہیں رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ موت کے بعد ہم نہ اپنے مستقبل کو بہتر بنا سکتے ہیں اور نہ بدتر۔ موت ہمیں دارالعمل سے دارالجزا میں پہنچا دیتی ہے۔ عزرائیلؑ کی آواز کمرہ امتحان کے سپرنٹنڈنٹ کی آواز ہے۔ جو ہمیں متنبہ کرتی ہے۔ کہ پرچۂ امتحان کا جواب لکھنے کیلئے مقررہ وقت ختم ہو گیا۔ جو کچھ پہلے پہلے لکھا جا چکا اُسی پر نمبر دیئے جائیں گے اور امیدوار کے پاس یا فیل ہونے کا انحصار اسی پر رکھا جائیگا۔ پس مومن موت سے اگر گھبراتا ہے یا اُسے دُور رکھنا چاہتا ہے تو وہ اس لئے نہیں کہ اُسے دنیوی زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ خواہش کرتا ہے کہ زندگی کا پرچہ امتحان لکھنے کے لئے اُسے کچھ اور وقت مل جائے۔ مگر موت جب آجاتی ہے تو پھر کسی صورت میں نہیں ٹلتی اپنا کام کر کے ہی رہتی ہے۔ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کرنے سے ہمارے دل میں امید پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو موت کو شکست دے دیں۔ کیونکہ موت ہماری اپنی زندگی تو ختم کر سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی اولاد کی تربیت اسلامی رنگ میں کریں اور وہ ہمارے بعد نیک اعمال کو دنیا میں جاری رکھے تو فمن یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ کفل منہا کے مطابق ہم بھی اُن کی نیکیوں میں

حصہ دار ہونگے۔ اور ہماری زندگی اور زیادہ سنورتی جائیگی اور اگر خدا تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو اور اولاد کی اولاد بھی نیک ہو اور یہ سلسلہ لمبا ہوتا چلا جائے تو بہنیں خیال فرما سکتی ہیں کہ کس طرح ہم دار العمل میں اپنے قیام کو باوجود مرجانے کے لمبا سکتے ہیں۔ پس یہی راز ہے سچے مومن کی اولاد سے محبت کا۔ اور یہی رُوح ہے سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں حضرت زکریاؑ کی دردناک اور تڑپا دینے والی دُعا کی۔ اور اسی وجہ سے مومن چاہتا ہے کہ اس کی اولاد میں کثرت ہو اور اس کی نسل قطع نہ ہو بلکہ ہمیشہ اس کا نام دنیا میں قائم رہے ؂

لیکن ایک امر ہے جسے ہم ہرگز نظرانداز نہیں کرسکتے اور وہ یہ کہ اگر اولاد کی تربیت ایسے رنگ میں کی گئی ہے کہ وہ نیکیوں سے دُور اور بدیوں کیطرف راغب ہو تو فمن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها کے مطابق جب تک اس کی اولاد دنیا میں موجود رہے گی ان کی بدیاں ان کے ماں باپ کی راحت میں خلل انداز ہوتی رہینگی اور اُن کی نیکیوں کو کھاتی جائیں گی۔ پس ایسی اولاد لعنت ہے۔ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتی۔ خدا ہم سب کو ایسی اولاد سے بچالے۔ اسی وجہ سے سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی نے ایک لڑکے کو قتل کردیا تاکہ اسکی بدیوں کا اثر ماں باپ پر نہ پڑے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ زلزلوں جنگوں اور قحطوں وغیرہ آسمانی بلاؤں سے جو ہزاروں لاکھوں انسان صفحہ ہستی سے ایک لمحہ میں مٹ جاتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے رحم کی ہی جھلک ہوتی ہے۔ تاکہ آباو اجداد اپنی اولاد کی بدعملیوں سے آزاد ہو جائیں ؂

اب ہم وہ مضمون درج کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے :-

"میرے دل میں مدت سے یہ خواہش تھی کہ یہ مضمون بیان کروں۔ یہ ایسا اہم مضمون ہے کہ ہر انسان کے دل میں اس کے متعلق خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور بے شمار لوگوں نے اس کے متعلق مجھ سے پوچھا ہے۔ اور اس کے بارے میں نسخہ دریافت کیا ہے۔ وہ سوال یہ ہے۔ کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن پر عمل کر کے انسان پاک ہوجائے۔ اور نفس میں نیکیاں پیدا ہو جائیں۔ عام طور پر اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ نیکی کرو۔ نیکی کرو۔ اور گناہوں سے بچو۔ گناہوں سے بچو۔ لیکن جیسا کہ ہر ایک شخص کے تجربہ میں آیا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کو پڑھا۔ احادیث کو پڑھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو پڑھا۔ اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کی لیکن ہم کلی طور پر نہیں بچ سکے۔ نیکی کرنے کے لئے ہم نے کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ اب بتاؤ ہمارا کیا علاج ہے۔

اسلام نے گناہ پیدا ہونے کے بعد اس کا علاج کس طرح کیا جاتے کے سوال

سے پہلے یہ سوال اٹھایا ہے۔ کہ کیا احتیاط کی جائے۔ کہ گناہ پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اس سوال کے جواب میں گناہ کے دُور کرنے کی کنجی ہے۔ کپڑے کے میلا ہو جانے کے بعد اس کے دھونے سے کیا یہ بہتر نہیں۔ کہ ہم ایسی تدبیر اختیار کریں۔ کہ وُہ میلا ہی نہ ہو۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ یہ سب سے بہتر اور ضروری امر ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام نے دُوسرے مذاہب کے برخلاف صرف اسی طرف توجہ نہیں دلائی۔ کہ گناہ کا قلع قمع کس طرح کیا جائے۔ بلکہ اس طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ کہ سب سے پہلے یہ کوشش کرو۔ کہ گناہ پیدا ہی نہ ہو۔ مگر میں افسوس سے کہتا ہوں۔ کہ باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے ادھر توجہ دلائی۔ اور بعض اسلامی بزرگوں نے بھی اس پر زور دیا ہے۔ بحیثیت قوم مُسلمانوں نے اِدھر پُوری توجہ نہیں کی۔ اور اس امر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ کہ گناہ انسان کے بلوغ سے پہلے پیدا ہوتا ہے۔ جب لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں اب گناہ کرنے لگا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ گناہ کا بیج جو اس کے اندر تھا۔ وہ درخت بن کر ظاہر ہو رہا ہے۔ ورنہ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بیج نہ ہو۔ اور درخت پیدا ہو جائے۔ ہرگز نہیں۔ اگر گناہ کی قابلیت پہلے ہی نہ تھی تو وُہ بالغ ہونے پر کہاں سے آ گئی۔

پس اصل بات یہ ہے۔ کہ گناہ بچپن سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک بدی بلُوغ سے پہلے انسان کے دل میں جاگزین ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو پیدا ہونے سے بھی پہلے بعض بدیوں کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے۔ جب ایک شخص بالغ ہو جاتا ہے۔ اور علماء کہتے ہیں۔ اسے بدیوں سے بچاؤ۔ تو اس وقت وہ شخص پورے طور پر شیطان کے قبضہ میں جا چکا ہوتا ہے۔ میرے اس کہنے سے یہ مطلب نہیں۔ کہ اُس میں سب بدیاں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ اس میں گناہ کی طاقت۔ اور ان کا شکار ہو جانے کا میلان پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہُوں۔ کہ اخلاق مادہ کی چند خاصیتوں سے پیدا ہوتے ہیں وہی میلان اگر بچپن میں خراب ہو جائیں۔ تو گو بچہ بے گناہ نظر آئے۔ مگر اس کے اندر گناہ کے ارتکاب کا پُورا سامان موجود ہوگا۔

اب ذرا سوچو تو سہی گناہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ کیا گناہ ورثہ سے نہیں پیدا ہوتے۔ وہ قومیں جو کوئی خاص کام کرنے والی ہوتی ہیں۔ اسی قسم کا میلان ان کی اولاد میں پایا جاتا ہے۔ ایک ایسی قوم جس میں نسلاً بعد نسلٍ بہادری کی رُوح نہ ہو۔ اور اسے بہادر بنانے کی کوشش کی جائے۔ وہ لڑائی کے وقت ضرور بزدلی دکھائے گی۔ یا ویسی بہادری اس سے ظاہر نہیں ہو گی۔ جیسی کہ ایک نسلی بہادر

قوم سے ظاہر ہوگی۔ تو اس قسم کی باتوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی ورثہ کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

اسی طرح گناہ۔ لالچ۔ غصہ۔ ڈر۔ محبت۔ خواہش کی زیادتی وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اب غور کرو۔ کیا یہ وہی خصلتیں نہیں۔ جو بچپن میں ہی بچہ سیکھتا ہے۔ کیا وہ اس کی چھوٹی چھوٹی بے ضرر نظر آنے والی عادتیں ہی نہیں ہیں۔ جو سارے گناہوں کا موجب ہوتی ہیں۔ ماں باپ کہتے ہیں کہ جی بچہ ہے۔ اس لئے فلاں فعل کرتا ہے۔ مگر کیا بچپن ہی کا زمانہ وہ زمانہ نہیں ہے جب سب سے زیادہ گہری جگہ پکڑنے والے نقش جمتے ہیں۔ ایک شخص جو کسی کا مال چوری کر کے لے جاتا ہے۔ اُسے اگر بچپن میں اپنے نفس پر قابو کرنا سکھایا جاتا تو وہ بڑا ہو کر چوری کا کیوں مرتکب ہوتا۔ ایک شخص جہاد کے لئے جاتا ہے۔ مگر دشمن سے ڈر کر بھاگ آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کیسا خبیث ہے۔ مگر غور کرو۔ کیا اسے وہی بزدلی پیدا کرنے والے قصے نہیں بھگا لائے جو ماں اسے بچپن میں سنایا کرتی تھی۔

اسی طرح غصہ ہے۔ بچپن میں ماں باپ خیال نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے بچہ بڑا ہو کر ہر ایک سے لڑتا پھرتا ہے۔

پھر کیا گناہ قوتِ ارادی کی کمی سے پیدا نہیں ہوتا؟ اور کیا یہ کمی کسی سبب کے بغیر ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟ کہ انسان ساری عمر ارادے کر کے توڑتا رہتا ہے۔ مگر اس سے کچھ نہیں بنتا۔ یہ ارادہ کی کمی ایک ہی دن میں تو نہیں پیدا ہو جاتی۔ بلکہ یہ بھی بچپن میں اور صرف بچپن میں پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ کیا سبب ہے۔ کہ باوجود سچی خواہش کے کہ میں فلاں بدی کو چھوڑ دوں۔ یہ اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر تربیت خراب نہ ہوتی۔ تو انسان کی اصلاح کے لئے صرف اس قدر کہدینا کافی تھا۔ کہ فلاں بات بُری ہے۔ اور وہ اُسے چھوڑ دیتا۔ اور جو بات اچھی ہے۔ اور وہ اُسے اختیار کر لیتا۔

اب میں اس نقص سے اولاد کو محفوظ کرنے کا طریق بتاتا ہوں۔ پہلا دروازہ جو انسان کے اندر گناہ کا کھلتا ہے۔ وہ ماں باپ کے اُن خیالات کا اثر ہے۔ جو اس کی پیدائش سے پہلے ان کے دلوں میں موجزن تھے۔ اور اس دروازہ کا بند کرنا پہلے ضروری ہے۔ پس چاہیئے۔ کہ اپنی اولادوں پر رحم کر کے لوگ اپنے خیالات کو پاکیزہ بنائیں۔ لیکن اگر ہر وقت پاکیزہ نہ رکھ سکیں۔ تو اسلام کے بتائے ہوئے علاج پر عمل کریں۔ تا اولاد ہی ایک حد تک محفوظ رہے اسلام ورثہ میں ملنے والے گناہ کا یہ علاج بتاتا ہے۔ کہ جب مرد و عورت ہم صحبت ہوں۔ تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

اے خدا ہمیں شیطان سے بچا۔ اور جو اولاد ہمیں دے۔ اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

یہ کوئی ٹونا نہیں جادو نہیں۔ اور ضروری نہیں۔ کہ عربی کے الفاظ ہی بولے جائیں۔ بلکہ اپنی زبان میں ہی انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ الٰہی گناہ ایک بُری چیز ہے۔ اس سے ہمیں بچا۔ اور بچّہ کو بھی بچا۔ اُس وقت کا یہ خیال اس کے اور بچّہ کے درمیان دیوار ہو جائے گا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یہ دُعا کرنے سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس میں شیطان کا دخل نہیں ہوگا۔

کئی لوگ حیران ہونگے۔ کہ ہم نے کئی دفعہ دُعا پڑھی۔ مگر اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا۔ جو بتایا گیا ہے۔ ان کے شبہ کا جواب یہ ہے۔ کہ اوّل تو وہ لوگ اس دُعا کو صحیح طور پر نہیں پڑھتے۔ صرف ٹونے کے طور پر پڑھتے ہیں۔ دوسرے سب گناہوں کا اس دُعا سے علاج نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ورثہ کے گناہوں کے لئے ہے۔ ورثہ کے گناہ کے بعد گناہ کی آمیزش انسان کے خیالات میں اس کے بچپن کے زمانہ میں ہوتی ہے۔ اس کا علاج اسلام نے یہ کیا ہے کہ بچہ کی تربیت کا زمانہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قرار دیا ہے۔ جبکہ بچہ ابھی پیدا ہی ہوا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر ہو سکتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے۔ کہ جب بچہ رحم میں ہو۔ اسی وقت سے اسکی تربیت کا وقت شروع ہو جانا چاہیئے۔ مگر یہ چونکہ ہو نہیں سکتا تھا اس لئے پیدائش کے وقت سے تربیت ضروری قرار دی۔ اور وہ اس طرح کہ فرما دیا۔ کہ جب بچہ پیدا ہو۔ اسی وقت اس کے کان میں اذان کہی جائے۔ اذان کے الفاظ ٹونے یا جادو کے طور پر بچہ کے کان میں نہیں ڈالے جاتے۔ بلکہ اسوقت بچہ کے کان میں اذان کا حکم دینے سے ماں باپ کو یہ امر سمجھانا مطلوب ہے۔ کہ بچہ کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔

اذان کے علاوہ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کو بچپن ہی سے ادب سکھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اپنے عزیزوں کو بھی بچپن میں ادب سکھا کر اسوۂ حسنہ قائم کیا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ امام حسنؓ جب چھوٹے تھے۔ تو ایک دن کھاتے وقت آپ نے ان کو فرمایا۔ کل بیمینک و کل مما یلیک۔ کہ دائیں سے کھاؤ۔ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ حضرت امام حسنؓ کی عمر اس وقت اڑھائی برس کے قریب ہوگی۔ ہمارے ملک میں اگر بچہ سارے کھانے میں ہاتھ ڈالتا۔ اور سارا منہ بھر لیتا ہے۔ بلکہ ارد گرد بیٹھنے والوں کے کپڑے بھی خراب کرتا ہے۔ تو ماں باپ بیٹھے ہنستے ہیں۔ اور کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یا یونہی معمولی سی بات

کہہ دیتے ہیں۔ جس سے ان کا مقصد بچہ کو سمجھانا نہیں۔ بلکہ دوسروں کو دکھانا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایک اور واقعہ بھی آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں امام حسن رضؓ نے صدقہ کی کھجوروں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ سے انگلی ڈال کر نکال لی جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے۔ نہ کہ دوسروں کے لئے بوجھ بننا*

غرض بچپن کی تربیت ہی ہوتی ہے۔ جو انسان کو وہ کچھ بناتی ہے۔ جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھود انہ او ینصرانہ او یمجسانہ (بخاری مسلم) کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے۔ کہ ماں باپ ہی اُسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے۔ تو ماں باپ اسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور اُن کی باتیں سُنکر وہی بنتا ہے۔ جو اسکے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے۔ تو وہ دوسروں کے افعال نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی۔ تب تو ہو سکتا ہے۔ کہ جب وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سنے تو احمدی ہو جائے۔ لیکن جب اور آوازیں اُس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں۔ اور بچہ ساتھ ساتھ سیکھ رہا ہے۔ تو وہ وہی بنے گا۔ جو دیکھے گا۔ اور سُنے گا۔ اگر فرشتے اُسے اپنی بات نہیں سُنائیں گے۔ تو شیطان اُس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اُس کے کان میں نہ پڑیں گی۔ تو بد پڑیں گی۔ اور وہ بد ہو جائے گا*

پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں۔ تو جس طرح سگریگیشن کیمپ (علیحدگی کے لئے الگ پڑاؤ ڈالنا) ہوتا ہے۔ اس طرح بناؤ۔ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری دُور کرو۔ تاکہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔"

ہر احمدی خاتون کا فرض ہے۔ کہ
وہ **مصباح کی توسیع اشاعت**
کے لئے پوری پوری کوشش فرمائے
(مینجر)

اِمتحانِ ایمان

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:- الٓمّٓ- اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝- ترجمہ- میں کامل علم رکھنے والا ہوں- کیا لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ ایمان لائیں اور صرف یہی کہکر چھوٹ جائیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور مصائب میں نہ ڈالے جائیں جبکہ تجربہ بتاتا ہے کہ دُنیا کی معمولی سے معمولی چیز بھی کوشش اور محنت کی محتاج ہے تو پھر کسطرح گمان کیا جاسکتا ہے- کہ خدا بغیر کسی قربانی کے حاصل ہو جائے گا- اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے- کہ اے لوگو! کیا تمہارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہو کہ کہدو ہم ایمان لائے- کیا کبھی بغیر امتحان کے بھی کسی کو سند حاصل ہو سکتی ہے- رات دن کے تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے- کہ بغیر کوشش اور محنت کے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی- تو تم نے خدا کے حاصل کرنے کے لئے اس کے خلاف کس طرح یقین کرلیا۔

آگے دُوسری آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:- وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ یہی نہیں کہ میں صرف تم کو ہی آزماتا ہوں- بلکہ اُن لوگوں کو بھی آزمایا تھا- جو تم سے پہلے تھے گویا امتحان ہی ایمان کی کسوٹی ہے- پھر اسکے آگے فرماتا ہے:- فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ- کہ مومنوں کی آزمائش کی غرض ایک یہ بھی ہے کہ معلوم کریں کہ کون حقیقی مومن ہے اور کون بناوٹی- اس کسوٹی سے خوب پرکھا جاسکتا ہے- کہ کون صادق ہے اور کون کاذب اور یہ مومنوں کی کمزوری دور کرنے کا بھی بہترین ذریعہ ہے- ہم دیکھتے ہیں- کہ سونا کسقدر قیمتی سمجھا جاتا ہے- لیکن اسکو بھی بہتر بنانے کے لئے آگ میں ڈالنا پڑتا ہے- پھر اس سے زیادہ قیمتی بنانے کے لئے اسپر ضربیں لگائی جاتی ہیں- تاکہ وہ ایک نہایت خوشنما زیور بن سکے- پس معلوم ہُوا کہ مومنوں کی آزمائش کی غرض ہلاکت نہیں ہوتی- بلکہ یہ کمال ترقی کا ذریعہ ہوتا ہے- ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی بتایا ہے- کہ انبیاءؑ کو بھیجنے کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ لوگ اُن پر ایمان لے آئیں اور صرف منہ سے کہہ دیں کہ ہم نے مان لیا ہے- نہیں بلکہ اصل غرض انبیاءؑ کی یہ ہوتی ہے- کہ انسان کو اپنے کمال تک پہنچائیں- اور یہ غرض بغیر دُکھ اور مصائب میں پڑے حاصل نہیں ہو سکتی؛

بغیر قربانی کے محبوب چیز کا ملنا ناممکن ہے- جیساکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی

ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے یہانتک کہ خرچ کرو اس سے جو تم کو پسند ہے۔ یعنی اگر تم ترقی چاہتے ہو تو پیاری چیزیں قربان کرو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ ایک ملک کو فتح کرنے کا عزم کرتا ہے اور پختہ ارادے سے وہ میدان میں نکلتا ہے تو اُسکو نہ یہ پرواہ ہوتی ہے کہ قیمتی جانیں تلف ہو جائیں گی۔ نہ روپے کی کچھ پرواہ ہوتی ہے یہانتک کہ وہ **اپنی پیاری جان کو بھی** خطرات میں ڈالدیتا ہے۔ اور اپنا مال جو انسان کو بہت ہی محبوب ہوتا ہے وہ بھی نہایت بیدردی سے لٹا دیتا ہے۔ نہ دن کو چین ہوتا ہے اور نہ رات کو نیند آتی ہے۔ ... وہ اپنا مقصود حاصل کرنے کے لئے اپنا چین اور آرام سب ترک کر دیتا ہے

. . . .

. . . اور مخالف کا مقابلہ کرتا چلا جاتا ہے اور دیوانہ وار حملہ کرتا ہے۔ غرض وہ اپنی پوری کوشش و طاقت صرف کرنے کے نتیجہ میں مخالف پر فتح حاصل کر لیتا ہے۔ اور اسکو اطمینان قلب نصیب ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر پیاری چیزیں قربان کئے انسان اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ بہنو! غور کا مقام ہے۔ کہ فانی دُنیا میں کام آنیوالی چیز کے لئے بھی کسقدر جد وجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو کس طرح گمان کیا جائے کہ بغیر قربانی کے خدا جیسی پیاری نعمت وہ مشفق و مہربان ہستی وہ بیش بہا خزانہ اور عقبےٰ میں کام آنیوالی دولت ہے بغیر مشقّت کے نصیب ہو جائے۔ جس کے متعلق اُسکے کلام میں موجود ہے۔ یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ اے انسان تو کوشش و محبت سے اپنے ربکیطرف ترقی کرنے والا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ منہ سے اللہ کی خواہش کی اور وہ مل گیا۔ وہ تو فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے بہشت کے بدلے ان کی جان اور مال خرید لئے ہیں۔ دنیا میں وہ قومیں جو اپنی عزت اپنے وقار اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتی ہیں۔ وہ قابلِ تعریف ہیں پر ان سے کہیں زیادہ وہ لوگ قابلِ تعریف ہیں جو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے مصائب اٹھاتے ہیں۔ بہنو! وقت کی قدر کرو۔ اور اس بیش بہا خزانہ کی طرف دوڑو جس کی طرف اس کا پیارا فرستادہ ہمیں لیجانا چاہتا ہے۔ خواہ گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ یہ وہ خزانہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے اگر ہم کو آگ میں سے گذرنا پڑے تو بھی پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔ اور اگر کانٹوں پر سے گذرنا پڑے تو بھی فکر نہ ہو۔ اگر ہمارے خون خدا کے لگائے ہوئے پودوں کے لئے درکار ہیں تو بھی کوئی عذر نہیں۔ دین کی حفاظت اور اس کا

احترام اور اس کی اشاعت ہمارا فرض ہے۔ اس وقت دین پر دشمن کیطرف سے متحدہ طور پر حملے ہو رہے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ اسکو کچل کر رکھدے اور اس خدائی جماعت کو پیس ڈالے۔ کیا حکومت اور کیا رعایا سب اس فکر میں ہیں۔ کہ ہمیں مٹا دیں۔ مگر ابتلا سے گھبرانا نہیں چاہیئے مخالفت ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ..... قدیم سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ تمام انبیاءؑ و مامورین کے زمانوں میں دین کی مخالفت ہوتی چلی آئی ہے۔ بہنو! یہ زمانہ جسقدر خدا کے فیضان سے پُر ہے۔ اسی قدر مصائب اور فتن سے پُر ہے۔ یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہم کو خدا کے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے جسقدر برکتیں حاصل ہوئی ہیں۔ جن سے ہمارے دِل تسکین پا گئے ہیں۔ ہم پر اتنی ہی زیادہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ صرف احمدی کہلانا ہمارے لئے کافی نہیں جب تک کہ ہم اپنے فرائض سے سُبکدوش ہونے کی کوشش نہ کریں۔

احمدیت کی امانت جو ہمارے سپرد کیگئی ہے۔ اُس کی حفاظت اور اُس کا احترام ہمارے ذمہ ہے۔ بہنو! دُنیا میں انبیاءؑ کی بعثت کی غرض گمراہیوں کو دُور کرنا ہوتی ہے۔ مگر اس زمانے کے فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ اور تمام انبیاءؑ دجّال سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دجّال کے فتنہ کو دُور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک عظیم الشان ہستی کو چنا۔ جس کی بعثت کو رسُول کریمؐ نے اپنی بعثت ثانی قرار دیا۔ ہم خوش ہیں۔ کہ خدا نے ہم پر فضل کیا اور اس مبارک ہستی کو قبول کرنیکی توفیق دی جسے دیکھنے کی حسرت بڑے بڑے اولیاء۔ غوث و قطب اپنے دلوں میں لئے ہوئے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ اُسکے پیارے کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق ملی۔ اب ہمکو اپنے قول و فعل کیطرف خاص طور سے متوجّہ ہونا چاہیئے۔ کہ خدا کے مرسلؑ نے ہم سے کیا عہد لیا ہے اور ہم کیا قول دے چکے ہیں۔ کیونکہ یہ عہد کوئی معمولی عہد نہیں۔ اسکے متعلق قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْهُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ بیعت جو نبی سے کی جاتی ہے۔ وہ دراصل اللہ تعالےٰ سے ہی کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اُس عہد کو توڑے تو اس کا وبال اس کی جان پر ہے۔ اگر پُورا کرے تو اللہ کے پاس اس کا اجر ہے۔ گویا قول کو توڑنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ اور خدا کی ناراضگی کو بھڑکانا ہے۔

بہنو! خدا کسی قوم کا رشتہ دار نہیں جو لحاظ کریگا۔ اس نصیحت کی قدر کرو۔ اور بنی اسرائیل سے سبق حاصل کرو۔ کہ اُن میں کسقدر نبی آئے۔ اور ان پر کیسے کیسے خدا کے فضل نازل ہوئے لیکن جب اُنکی حالت بگڑ گئی تو خدا کی ناراضگی نے انکو کہیں کا نہ چھوڑا۔ ان کے متعلق قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب علیٰ غضب۔ انپر خدا کا غضب ٹوٹ پڑا کیسے ذلیل اور خوار ہوئے۔ ان کے متعلق دوسری جگہ فرمایا:۔ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ۔ یعنی انسانیت سے بھی انکو خارج کر دیا گیا۔ اور انہیں سؤر اور بندر کا خطاب ملا۔

خدا سے ہر وقت ڈرنے کا مقام ہے۔ اسی طرح اس جماعت سے خدا نے بڑے فضلوں کا وعدہ کیا ہے اگر اس نعمت کی قدر دانی نہ کیگئی۔ اور اپنی ذمہ واریوں کو نہ سمجھا گیا تو اپنے ہاتھ سے اپنی جڑھ کاٹنی ہوگی۔ اور اسکے فضلوں کو ٹھکرانا ہوگا۔ یعنی اپنے ہاتھ سے اپنا حصّہ چھوڑ کر دوسروں کو اسکا وارث بنانا ہوگا۔ کیونکہ یہ سلسلہ خدا کا ہے۔ اسکو دنیا کی کوئی ہستی مٹا نہیں سکتی۔ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر ہم اپنی بد قسمتی سے اس سے الگ ہو جائینگے۔ تو وہ دوسری قوم کو ہماری جگہ لے آئیگا۔ یہ درخت تو ضرور پھولیگا۔ پھلیگا اور سبز ہوگا۔ اپنی فکر کرو۔ اور قرون اولےٰ کے نمونہ سے سبق حاصل کرو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر پھر پہلے دور کو دہرایا ہے اور پھر ہمارے لئے اسباب کا موقعہ مہیا فرمایا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائیں۔ بہنو! یہ وقت بہت نازک ہے۔ بہت ہمت و حوصلہ سے خدمتِ دین کے لئے قدم آگے بڑھانا چاہیئے۔ ان حالات کیلئے صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اسلام کی حفاظت اور اشاعت کا فرض کسطرح ادا کیا۔ جب یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ثانی ہے۔ تو کیوں نہ حضورؐ کے صحابہؓ کی تقلید کیجائے جنہوں نے اسلام کی حفاظت اور اشاعت کیلئے صبر و استقلال کے ساتھ سالہا سال انتہائی مصائب برداشت کئے جنہوں نے آگ کے شعلوں میں اور گرم ریت پر راحت محسوس کی جن کے سینوں پر گرم پتھر کی سلیں رکھی گئیں جنہیں گلے میں رسیاں ڈالکر کھینچا گیا۔ اور مسلمان عورتوں سے وہ حیا سوز سلوک کیا گیا کہ دل اُسکے تصوّر سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ غرض جو بھی ظلم و ستم کیا جا سکتا تھا کیا گیا۔ اور ان فدائیان اسلام نے خندہ پیشانی سے سب کچھ برداشت کیا۔ اسلئے ابتلاء سے کبھی گھبرانا نہ چاہیئے۔ ہمارے امتحان سے قرون اولےٰ کے امتحان کا کورس کہیں زیادہ سخت تھا۔

پر غور فرمائیے کہ پھر بھی کسقدر مردانگی سے وہ لوگ دیوانہ وار دوڑتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی کی آغوش میں پہنچ گئے۔ مرد تو مرد عورتوں نے بھی کئی موقعوں پر اسقدر مردانگی سے کام لیا ہے۔ کہ مرد بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ اسکے مقابل میں ہمنے ابھی کیا ہی کیا ہے جس کا نام قربانی رکھا جائے۔ ہاں اب چند دنوں سے ایک احرار پارٹی خاص طور سے اسطرف متوجہ ہوئی ہے۔ جس کے ساتھ دیگر اقوام بھی متفق ہو گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے امتحان لینے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ جس میں پہلا پرچہ صبر و استقلال کا پیش ہوا ہے۔ اب غفلت کا وقت نہیں رہا۔ مومن کو ہمیشہ ہر پہلو سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ ایسا نہو کہ صبر کا دامن اس سے چھوٹ جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔ ؎

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برماتے دو
یہ درد رہیگا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

ہم بیشک کمزور ہیں۔ لیکن وہ ممتحن صبر کرنیوالوں کے متعلق فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ کہ اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ بہنو! حقیقی مومن بننے کی فکر کرو اور امتحان کی تیاری کے لئے اپنی بہنوں کو آمادہ کرو۔ امتحان کے دنوں میں اکثر بچوں کو دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور بزرگوں سے دُعائیں کراتے ہیں۔ بعض بچے امتحان کے دنوں میں تہجّد کی نماز شروع کر دیتے ہیں۔ اور کامیابی کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ اور خیرات کرتے ہیں۔ غرض اور کوششوں کے علاوہ وہ خدا کیطرف زیادہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جب چھوٹے بچے بھی امتحان کے دنوں میں خدا کی طرف جُھک جاتے ہیں۔ تو ہمیں بھی اُن سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ . . . . کہ ہمارا امتحان اُن سے بہت زیادہ سخت ہے۔

مضمون لمبا ہو گیا ہے۔ ہر چند قلم کو روکنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن درد دل تھمتا نہیں۔ مجھے اس کی طوالت سے ڈر ہے۔ کہ بہنیں اکتا نہ جائیں۔ اسلئے میں ختم کرتے ہوئے بہنوں کو توجہ دلاتی ہوں۔ کہ قربانی کے خاص خاص وقت ہوتے ہیں۔ اگر ان وقتوں میں قربانی کی جائے۔ تو زیادہ مفید ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً۔ کہ تم میں سے وہ جنہوں نے فتح سے پہلے اور بعد خرچ کیا اور لڑے برابر نہیں پہلے خرچ کرنیوالوں اور جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا ہے۔ بہنو! اب وقت ہے قربانی کا۔ اور یہی وقت ہے اپنی جان و مال خرچ کر کے بہشت خریدنے کا اب اپنے نفسوں کو ٹٹولو۔ کہ وہ اس

قربانی کے لئے تیار ہیں یا نہیں کیونکہ شیطان سے ہماری جنگ ہے۔ اسکے مقابلہ کے لئے بہت جدوجہد کی ضرورت ہے۔ آرام کا وقت گذر گیا۔ اب تو جنگ کا زمانہ ہے شیطان اپنی پوری طاقت کیساتھ حملہ آور ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس سرسبز کھیتی کو جڑھ سے کاٹ کر پھینکدے اس کھیت کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔

شعائر اللہ کا احترام ہمارے ذمہ ہے جسطرح بھی ممکن ہو اپنے فرائض کی ادائیگی ضروری سمجھیں یہ کام اہم ہے۔ اور ہم کمزور ہیں۔ اور ضرورت ہے۔ کہ ہم اس طاقتور ہستی کو بکثرت پکاریں۔ اور اپنی فریاد اس کے حضور لے کر پہنچیں۔ اس کے آگے اسقدر چیخیں چلائیں۔ کہ عرش کو ہلا دیں۔ کیونکہ ہر ایک کامیابی اُسکے ہاتھ میں ہے۔

اب میں دُعا کرتے ہوئے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس امتحان میں کامیاب فرماوے۔ اس مضمون کو ختم کرتی ہوں؛

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(خاکسارہ حسن آرا مانی پریذیڈنٹ لجنہ دھلی)

مصباح کا چندہ جن مصباح کے خریداروں نے ابھی تک چندہ سالانہ ادا نہیں کیا۔ مہربانی فرماکر بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔ تاکہ دوبارہ وی۔پی نہ کرنا پڑے؛

۱۴ چودھویں صدی کا مجدد

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

میری معزز بہنو! میں جس مضمون کو اسوقت بیان کرنا چاہتی ہوں۔ وہ سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مجددیت ہے۔ بیشک اس اہم مضمون کی لمبی داستان کیلئے اگر صفحوں کے صفحے اور کتابوں کی کتابیں لکھ دیجاویں پھر بھی زمین و آسمان کی فضائے درمیان میں اسقدر دلائل باقی ہوں گے۔ کہ اتنی ہی کتابیں اور لکھی جا سکیں۔ اس لئے میں صرف دو پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مدعا کو واضح کرنیکی کوشش کروں گی؛

پہلی دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجددیت کی سب سے بڑی اور روشن دلیل یہ ہے۔ جسے میں اور ہمارے سلسلہ کے علماء ہی پیش نہیں کرتے بلکہ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ پیش کر رہا ہے۔ اور وہ موجودہ وقت کی حالتِ اسلام ہے۔

کون اس بات سے ناواقف ہے۔ کہ وہ پودا۔ نہیں وہ بےنظیر پودا۔ جسے اسلام کے.. پہلوانوں نے۔ ہاں اُس شمع توحید کے پروانوں نے اپنی پیاری جان اور اپنا پیارا خون پانی کیطرح پلا کر شاداب کیا آج اُس کا کوئی پرسانِ حال

نہیں۔ سچ کہتی ہوں۔ کہ آج اُس کی ہر آواز صدا بصحراء بنکر بے جواب رہ جاتی ہے۔ اور کوئی اُس کی طرف ہمدردی کی نظر سے بھی دیکھنے کا خیال نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی ٹھیک فرمایا ہے:۔

بے کسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

بتائیں آج اُس کا محافظ ہے تو کون؟ آج اُس کا خادم ہے تو کون؟ اسی وقت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اُس قادر و قیوم ہستی نے آج سے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال کا لمبا عرصہ قبل فرما دیا تھا۔ کہ اے میرے نبیوں کے تاج محمد (صلعم) تو اپنی اُمّت میں اعلان کردے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن۔ کہ اے سچّے دین کے فدائیو اور اے الفتِ مولیٰ کے نام پر جان قربان کرنے والو۔ تم پر ایک وقت آئیگا کہ لوگ اس کتاب اور اس دین کی حفاظت کو چھوڑ دینگے لیکن میرا خالق مجھے کہتا ہے۔ کہ بیشک وہ اسکی حفاظت کرنے سے دست بردار ہو جائیں۔ لیکن میں اسے ہمیشہ تازہ کرتا رہونگا۔

یہی وہ مایۂ ناز وصفِ اسلام ہے۔ جسکو ہم تحدّی کے ساتھ غیر مذاہب کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ آج اگر کسی مذہب کو واقعی طور پر زندہ ہونے کا امتیاز حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ کہ جسکے متعلق اُس قادر مطلق اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہستی نے خود فرمایا ہے۔ کہ بیشک لوگ اس قیمتی تعلیم کو فراموش کردیں۔ لیکن مَیں اِس چشمہ کو پھر صاف کردونگا۔ اس کی لفظی حفاظت بھی میرے ذمہ ہی ہے۔ اور معنوی کا بھی مَیں ہی نگران و نگہبان ہوں۔ لفظی حفاظت جو قرآن کریم کی خدا فرما رہا ہے۔ وہ بیان کی محتاج نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ مجسّم اُس کی دلیل ہے۔ اور آفتاب کی طرح اُس کی صداقت واضح ہے۔ شیعہ خواہ حضرت عثمانؓ کو کس قدر بھی بُرا کہتے گالیاں دیتے ہیں۔ بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا اپنے مذہب کا جزو اور موجبِ ثواب خیال کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس بات کے کیا مجال ہے کہ ایران میں جو قرآن چھپے اُس کا اور عرب میں جو چھپے اُس کا ایک نقطہ یا زیر اور زبر کا بھی فرق ہو۔ پس کیا ہی عجیب طور سے خدا نے حفاظت کر کے اِس پیشگوئی کو واضح کیا ہے۔

ہاں معنوی حفاظت بیشک موٹی عقل رکھنے والوں کے لئے ضرورت تفسیر اور حاجتِ دلیل رکھتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارے اسلام کے لاثانی ہیرو اور یکتا پہلوان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک وقت میں فرما دیا تھا۔ کہ دیکھو اے میری اُمّت گمراہ نہ ہو جانا۔ مَیں تم میں اعلان کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔ کہ اسلام

کہ خدا نے وعدہ کیا ہے۔ کہ مَیں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا کرونگا۔ فرمایا:۔ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ یعنی خدا نے قانون بنا دیا ہے۔ کہ وہ اُمت جسے خیر الامم کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اُس کی سیرابی کے لئے وہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک پاک انسان کو مبعوث کیا کریگا۔ جو تمام امورِ دین کے نقائص کا مصلح ہو کر اُسے صاف کر جایا کرے گا۔

پس اس قانونِ الٰہی کے مطابق جب ہم گذشتہ زمانہ کے عرصۂ دراز کی طرف نظر کرتے ہیں تو موتیوں کی لڑی کی طرح ہمیں تمام صدیوں میں مجدّدین کا پتہ مل رہا ہے۔ اب کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال ۱۳۰۰ تک خدا کا ایک قانون اپنی پوری شان اور پورے جلال کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس وقت جب اُسکی اصلی شان کا وقت آئے۔ اور فتنوں کا سمندر زمین پر پھیل جائے وہ قانون بند ہو جائے۔ اور وہ نعمت کی لڑی منقطع ہو جائے۔ اور کہہ دیا جائے کہ اب ضرورت نہیں۔

او اِس لڑی کو بند کرنیوالو۔ تم اس رحمت . . . . . سے کیوں نا اُمید ہو گئے ہو۔ اگر تم بیمار ہو اور تم کو اعلیٰ غذا بھی کڑوی لگتی ہے۔ تو سارا جہان تو بیمار نہیں۔ اگر تمہارے ناک بند ہیں تو اِس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ خدا نے خوشبو کو ہی دُنیا سے نابود کر دیا ہے اگر تم سُورج سے دشمنی کر کے چمگادڑ کی طرح بِلّوں میں اور درختوں کے سوراخوں میں گُھس جاؤ گے۔ تو خدا کے سُورج کی روشنی تو بند نہیں ہوگی۔ اِس لئے اُٹھو اور سمجھ سے کام لو۔

یاد رکھو اگر پہلی صدی میں مجدّد نہ آتا۔ دُوسری میں نہ آتا۔ تیسری میں نہ آتا۔ بلکہ چوتھی میں بھی نہ آتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ لیکن کون عقل کا اندھا اور اسلام کا دشمن چودھویں صدی کے مجدد کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر وہ بھی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مَیں پھر کہتی ہوں یہ وہ صدی ہے۔ کہ جسکے متعلق ہزاروں سالوں سے روز روشن کیطرح پیشگوئیاں چلی آرہی ہیں۔

اور یہی وہ صدی ہے۔ کہ جس کے مصلح اور مسیح کے دیکھنے کی حسرت کو ہزاروں خدا کے بندے اپنے ساتھ لئے زیرِ خاک نہاں ہیں۔ اور ایسے خاموش ہو گئے ہیں۔ کہ اب انکو کوئی شخص اس مسیح کی بشارت نہیں دے سکتا۔

پس ضروری ہے۔ کہ اس صدی میں مجدّد آئے۔ اور وہ وہی ہے جسے **مسیح موعود۔ خُدا کا نبی** ہونے کی شان حاصل ہے۔ پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟

دُوسری دلیل | جبکہ یہ روز روشن کیطرح

ثابت ہوگیا۔ کہ اس صدی کا ضرور کوئی نہ کوئی مجدّد ہوگا۔ جسکی آمد کا وقت صدی کا آغاز ہے۔ نہ کہ نصف یا انتہا۔ تو ہم اپنے مخالف بھائیوں سے اس استفسار کا حق رکھتے ہیں۔ کہ آج چودھویں صدی نصف سے زیادہ گذر گئی ہے۔ اس کا مجدّد کون ہے؟ اور کہاں ہے؟

پس اے مسلمانو! صرف نام کے مسلمان کہلانیوالو! کیا آج اِس روشن پیشگوئی پر جو کہ سرورِ انبیاء صلعم نے کی ہے (نعوذ باللہ) پانی پھر گیا۔ اور اتنی بڑی خبر غلط ہوگئی۔ اور ایک ذرہ بھر بھی اس میں صداقت کا نشان نہ ملا۔ پس اے مسلمانوں ذرا ہوش تو کرو۔ کیا تمہارا اعتقاد نہیں۔ کہ سورج روشنی چھوڑ سکتا ہے۔ آگ حرارت چھوڑ سکتی ہے۔ بلکہ پانی سے آگ کو بُجھانے کی قوت سلب کی جا سکتی ہے۔ اور ممکن ہے۔ لیکن شان لولاک رکھنے والے کی پیشگوئی ہم ایک منٹ کیلئے بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ غلط ہو یا خطا جاوے ٭

سچ کہو کیا تم کو اس صدی کے مجدّد کے انکار کرنیسے ڈر نہیں آتا۔ خیال تو کرو۔ کہ جسوقت تم یہ خیال باطل دل میں لاتے ہو۔ اُس کا اثر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح پر کیا پڑتا ہوگا ٭

پس آنکھیں کھولو اور ہوش کرو۔ کہیں تم بھی مثل یہود۔ یوحنا کی انتظار میں اپنے عیسےؑ کو نہ چھوڑو۔ وہ اپنے غلط خیالات کیوجہ سے ہمیشہ کیلئے حق سے دُور ہوگئے۔ اور ومن یضلل اللّٰہ فلا ھادی لہٗ۔

اُن کو کوئی ہدایت دینے والا اب نہیں ہے۔ ڈرو اور خوف کرو۔ تمہارا سُورج ارضِ حجاز میں چمکا تھا۔ اُسی نے ایک کامل چاند کی چودھویں صدی میں ظاہر ہونیکی خبر دی تھی۔ آج وہ چاند پوری شان کیساتھ نکل آیا ہے۔ اُٹھو اور اُسکے جمال سے لطف حاصل کرو۔ جلال کا وقت نہیں ہے کہ تلوار کے ذریعہ سے تمکو بلایا جائے۔ جلال کا وقت اور گرمی کا وقت گذر گیا۔ اور رسُول کریمؐ نے جلالی نبی بنکر دکھلا دیا اب جمال کا وقت اور ٹھنڈی ٹھنڈی اور میٹھی میٹھی روشنی کا وقت ہے۔ پس چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔ اُس کیطرف دیکھنے سے دشمنی مت کرو۔ اور وہ اُس پیشگوئی کو پورا کرنیوالا سلطان القلم۔ شاہِ اتقیاء۔ تاجِ اولیا۔ مہدیِ زمان وخلاصۂ خاندانِ ایران۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رئیس قادیان ہیں ٭

انہوں نے اپنی مختلف کتابوں مثلاً تحفہ گولڑویہ۔ ایام الصلح اور حقیقۃ الوحی میں اس پیشگوئی کو لبیک کہنے والے اور اس صدی کا مجدّد ہونیکا دعوےٰ کیا ہے۔ طالبِ حق انکا مطالعہ کریں یقیناً یقیناً وہ خدا جو رات کو دن سے بدل دیتا ہے دھوئیں کو آگ سے بدل دیتا ہے انسان کے سیاہ دل کو بھی نُور سے بھر سکتا ہے ٭

پس میں زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتی۔ اور انہی دو پہلوؤں پر اکتفا کرتی ہوں کہ یہ ایک قطرہ بھی بہت ہے اگر کچھ اثر کرے اور کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہو۔ اگر کوئی سچے دل سے حقیقت کو تلاش کرے گا۔ تو انہی دو پہلوؤں سے صداقت خود بخود بے نقاب ہوکر اُسکے سامنے آجائیگی۔ لہٰذا ثابت ہوگیا۔ کہ اس صدی کا مجدّد اور مہدی سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر کوئی ہے تو کھڑا کرو۔ پس حق واضح ہے۔ حق کا مقابلہ کرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ اس لئے ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اُسکو مان لینا ٭ نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ ہُدیٰ یہی ہے

(خاکسارہ طالبِ دعا والدہ چوہدری محمد اعظم بوتالوی۔ پریذیڈنٹ لجنہ فیروز پور شہر)

زنجبار میں لجنہ اماء اللہ

جب سے میں زنجبار آئی ہوں۔ میری خواہش رہی ہے۔ کہ یہاں ہماری لجنہ ہونی چاہیئے مگر بعض وجوہات سے یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا مگر اب کچھ دنوں سے پھر یہ زبردست خواہش پیدا ہوتے پر میں نے مسز ڈاکٹر محمد شاہ نواز خان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے مجھ سے تعاون کرتے ہوئے اگلے اتوار لجنہ کا پہلا اجلاس منعقد کرنے کی ٹھہرائی سو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ پرسوں بروز اتوار مورخہ ۴ر اگست ۱۹۳۵ء لجنہ اماء اللہ کا پہلا اجلاس ہمارے مکان پر منعقد ہوا۔

خاکسارہ نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور دُرِ ثمین سے نظم "ہر طرف فکر کو دَوڑا کے تھکایا ہم نے" پڑھی۔ مسز ڈاکٹر شاہنواز خان نے ذکر الٰہی پر مختصر سی تقریر کی۔ اور بہنوں کو ذکر الٰہی کرنے کی تلقین کی۔ بعدہٗ باتفاق رائے مسز ڈاکٹر عبد الغنی خانصاحب پریذیڈنٹ۔ خاکسارہ سیکرٹری۔ مسز ڈاکٹر شاہنواز خانصاحب نائب سیکرٹری۔ محمودہ خانم صاحبہ مس ڈاکٹر عبد الغنی خانصاحب خزانچی منتخب ہوئیں۔ اور ماہوار چندہ ۔ ۔ ۔ ۔ مقرر کیا گیا۔ دُعا کے بعد اجلاس ختم ہوا۔

چند ایک غیر احمدی مستورات بھی مدعو کی گئی تھیں۔ جو بفضل الٰہی اچھا اثر لیکر گئیں۔ سب بہنیں ہماری چھوٹی سی لجنہ کے لئے درد دل سے دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر رنگ اور ہر پہلو سے کامیابی عطا فرمائے۔ اور ہمیں بیش از بیش خدماتِ دین کرنے کی توفیق دے۔

والسلام

راقمہ نظیر بیگم بٹالوی مسز عبد الغفور خان کلرک زنجبار مشرقی افریقہ)

مصباح:۔ زنجبار میں لجنہ کے قیام کی خبر بہت خوشکن ہے۔ خدا نہ کرے کہ ہماری بہنیں لجنہ کو قائم کرکے ہی رہ جائیں۔ افریقہ کی جماعتوں کا فرض ہے کہ علاوہ ہندوستانی اور یورپین عنصر کو تبلیغ کرنیکے افریقہ کے اصل باشندوں سے واقفیت اور دوستی پیدا کرنے کی بہت زیادہ کوشش کریں اور انہیں احمدی بنائیں۔ کیونکہ اصل باشندے ہی مستقل طور پر وہاں رہتے ہیں۔ اور باقی لوگ اکثر ایک مدت کے بعد اپنے ممالک میں چلے جاتے ہیں۔ ہماری بہنیں افریقن عورتوں کیطرف متوجہ ہوں۔ اسی طرح دوسرے بیرونی ممالک کی عورتیں بھی توجہ فرمائیں۔

ولادت باسعادت

مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۳۵ء ۱۲ بجے دن مولوی ابو الفضل محمود صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک بہنیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولود کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاصد کو پورا کرنے والا۔ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔ (خاکسار رشید احمد چغتائی قادیان)

لجنات اماء اللہ توجہ کریں؟

نظارت ضیافت کو بعض تحریکات کیلئے اسباب کو معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ کہ کس کس مقام پر لجنات اماء اللہ قائم ہیں۔ ناظر صاحب تعلیم و تربیت کے دفتر سے دریافت کرنے پر ان کے ریکارڈ سے مندرجہ ذیل مقامات کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ وہاں لجنات قائم ہیں:۔

(۱) قادیان۔ (۹) بھاگلپور۔ (۱۰) کوٹ۔
(۲) سیالکوٹ۔ (۱۱) فیروزپور۔
(۳) دھلی۔ (۱۲) شاہدرہ۔
(۴) حیدرآباد دکن۔ (۱۳) امرتسر۔
(۵) مزنگ۔ (۱۴) لاہور۔
(۶) گوجرانوالہ۔ (۱۵) پشاور۔
(۷) منٹگمری۔ (۱۶) چھاؤنی لاہور۔
(۸) پٹیالہ۔ (۱۷) شموگہ۔

یہ کل سترہ مقامات ہیں۔ لیکن غالباً یہ تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اور دیگر مقامات پر بھی لجنات ضرور قائم ہیں۔ اسلئے اس نوٹ کے ذریعے تمام لجنات کی سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبات کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ اس نوٹ کے پڑھتے ہی مطلع فرماویں۔ کہ اُن کے ہاں لجنہ قائم ہے۔

والسلام

ناظر ضیافت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام

ٹریکٹوں کی صورت میں

برادرم مولوی ابو الفضل محمود محلہ دار الرحمت قادیان ایک عرصہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا کلام مختلف کتابوں سے لیکر ٹریکٹوں کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ اُنکا منشاء ہے۔ کہ جہانتک ممکن ہو حضورؑ کا کلام کم سے کم لاگت میں مہیّا ہو سکے۔ تاکہ احباب کے لئے مفت اشاعت آسان ہو جائے۔ ہم خواتین سے سفارش کرتے ہیں۔ کہ جسقدر اُن سے ہو سکے۔ مولوی صاحب کی باقاعدہ مالی امداد فرمائیں۔ اور تبلیغ کا جوش رکھنے والیاں صرف محصولڈاک یا کرایہ ریل بھیج کر مختلف قسم کے ٹریکٹ منگالیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف کارڈ ہی لکھدیں مولوی صاحب انہیں لٹریچر بھیجدینگے۔ کیونکہ یہ سلسلہ تجارتی اغراض کے ماتحت نہیں چلایا جارہا۔ اور اگر مالی امداد محصولڈاک وغیرہ کا مطالبہ ذی استطاعت احباب سے کیا جاتا ہے تو محض کام کو وسیع کرنیکی غرض سے۔

اسوقت تک ٹریکٹوں کی معمولی تعداد اشاعت ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

ایک پاؤ وزن کے ٹریکٹوں کیلئے ۲ محصولڈاک لگتا ہے۔ اس سے زائد اگر مطلوب ہوں۔ تو بذریعہ ریلوے پارسل منگوائیں۔

ایڈیٹر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۶۰

اخبار مصباح ۔ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور (پنجاب)

پھولوں کی ٹہنی

بیل

بیل سبز اور سرخ رنگ کے دھاگے سے خوبصورت رہیگی۔

پھولوں کی ٹہنی سرخ اور سبز رنگ کی ڈوری ۔ انگی ۔ سے کاڑھی جا سکتی ہے

بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا